اسلامی کلینڈر

عرفانی دواخانہ رام گنج بازار جے پور راجستھان

از: حکیم احمد حسن خان مفتی

مقام صد شکر و ہزار شکر ہے کہ آج اسلام کی پوری چودہ صدیاں گزرنے کے بعد ہمیں عالمی پیمانہ پر یہ جشن منانے کا موقع مل رہا ہے۔ ہر صدی گزرنے پر پہلے بھی ایسے جشن منائے گئے ہوں گے لیکن یکم صدی ہجری سے اب تک چودہ سو سال گزرنے کے بعد یہ دو سال ایسے مبارک سال ہیں جب کہ سارا عالم اس وقت چودھویں صدی کا جشن منا رہا ہے ——— صدی کس چیز کا نام ہے۔ سال کسے کہتے ہیں۔ مہینہ اور ہفتہ کیا ہے۔ دن اور رات کیسے بن جاتے ہیں ——— یہ ایسے سوالات ہیں جو ہر ذہن میں پیدا ہوتے ہیں اور ہر ذہن اپنی بساط کے مطابق اس کا جواب بھی فراہم کرتا رہتا ہے ——— اس وقت جو مقالہ آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے اس کا موضوع ایسا ہی ایک خشک مگر دلچسپ اور حساب سے تعلق رکھنے والا موضوع ہے۔ یعنی کلینڈر اور تقویم کی حقیقت اور خاص طور پر اسلامی کلینڈر کی اہمیت، اس کی تفصیل اور اس کی خصوصیات۔

اس سے پہلے کہ کیلنڈر کی حقیقت اور اسلامی کیلنڈر کی خصوصیات بیان کی جائیں قرآن مجید کی ان آیات سے اس مقالہ کی ابتدا کی جا رہی ہے جو اس سلسلہ میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔

ایک موقع پر فرمایا گیا ہے:

"هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ۔ (سورہ یونس۔ رکوع-۱)

(ترجمہ) وہ خدا ہی ہے جس نے سورج کو ایک روشنی اور چاند کو ایک نور بنایا۔

اور اس کے لیے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم سالوں کی گنتی کرسکو اور حساب جان سکو۔

آیت میں کس قدر اختصار ہے اور کیسی جامعیت۔ اور غور کیا جائے تو اس مختصر سی عبارت میں تقویم (کیلینڈر) کی ماہیت اور غرض و غایت کس قدر صحت کے ساتھ واضح کی گئی ہے جاننے والے حضرات ہی اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

ایک دوسری آیت میں اس طرح فرمایا گیا:

"إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ"

(سورۂ توبہ۔ رکوع - ۵)

(ترجمہ) اللہ کے نزدیک سال کے مہینوں کی تعداد بارہ ہے جو کتاب اللہ میں مقرر ہے۔

موسم، سال، مہینہ یا دن، حقیقت میں ایسی تبدیلیاں ہیں جو ابتداء آفرینش یا حیات انسانی کے وجود میں آنے کے بعد، قدیم سے غور طلب رہی ہیں ——— اور پھر قرآن مجید کا یہ ایک بنیادی اصول اور مؤثر طریقہ دعوت ہے کہ وہ جب انسان کو اس کی بداعمالیوں اور بدکرداریوں پر جھنجھوڑتا ہے تو سب سے پہلے اس کے گردوپیش پھیلے ہوئے ماحول، فضا، حوائج و ضروریات زندگی بدیہی آیات و علامات اور خاص طور پر آفاق و انفس پر غور کرنے والی جس قدر راہیں انسانی ذہن اور اس کے طریق فکر سے قریب ہو سکتی ہیں۔ ان سب کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

شمس و قمر کا یہ دوران اور روز و شب کی یہ منظم و مسلسل رفتار ایسی ہی کھلی اور بدیہی علامات تھیں جن کی طرف توجہ دلا کر انسان کو متنبہ کیا گیا۔ لیکن اس خالق ارض و سمار کی کمال حکمت کا تقاضہ دیکھیے کہ اس تنبیہ کے ساتھ ساتھ فلسفہ اور حکمت اور نظام فلکی کے وہ عقدے بھی حل کر دیے گئے، جن کے سمجھنے اور جن کی حقیقت کو پہنچنے کے لیے عقل انسانی اور ذہن انسانی کو صدیوں کی ترقیاں درکار ہوتی ہیں۔

اس تمہید کے بعد ابتداءً کیلنڈر کی حقیقت، اس کی ضرورت، اس کی قدیم تاریخ بالاختصار بیان کر کے اسلامی کیلنڈر کی تاریخ اس کی اہمیت اور اس کی خصوصیات بیان کی جائیں گی۔ اسلامی کیلنڈر رائج ہوتے وقت جو تقویمات رائج اور مروج تھیں ان کی قدرے تشریح ہوگی اور پھر ان تقویمات کا باہم تقابلی جائزہ لیا جائے گا۔ تقویم کی حقیقت سمجھنے سے پہلے جب اس کی قدیم تاریخ کا جائزہ لیا جاتا ہے اور اس کی قدیم سے قدیم ابتداء کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے تو اندازہ ہوتا ہے کہ ابتدائے آفرینش سے جونہی حیات انسانی کا وجود اس عالم ارض و سماء میں ہوا ہے ...... وہی وقت حقیقۃً تقویم اور کیلنڈر کی ابتداء ہے۔ اس سے پہلے بھی دن اور رات ضرور ہوتے ہوں گے لیکن اشرف المخلوقات یعنی انسان کو جب علم کی دولت سے نوازا گیا اور دوسری تمام مخلوقات کے مقابلہ میں جن و بشر کو پرکھ کر بشر کو اجنّہ پر فضیلت دی گئی تب جونہی اس بشری جوڑے نے آدم و حوّا کی شکل میں اس سرزمین پر قدم رکھا تو شمس و قمر کا دوران سب سے پہلے نظر آیا۔

حیات انسانی کے اس فرد اول نے دیکھا کہ دقت پر سورج نکلتا اور ڈوب جاتا ہے۔ رات بھر غائب رہ کر پھر طلوع ہو جاتا ہے۔ آفتاب کا نکلنا اور پھر غروب ہو کر طلوع ہو جانا ایک دن رات بناتا ہے۔ اسی طرح اس فرد انسانی کو چاند کی ایک خاص رفتار نظر آئی۔ ابتداءً نہایت باریک نظر آنا خاص مدت تک بڑھتے رہنا اور پھر آہستہ آہستہ گھٹ گھٹ کر دو ایک روز غائب ہو جانا اور پھر از سر نو نہایت نظم اور وقت کی پابندی کے ساتھ ہوتے رہنا عقل انسانی کے لیے حیرت انگیز ضرور تھا لیکن اس بشری فرد اولین کا مطالعہ جاری رہا۔ دن اور رات اسی طرح بنتے رہے اور گزرتے رہے۔ سال اور ماہ اسی دور کے مطابق قائم اور دائم ہوتے رہے۔ ایک سال کے مسلسل مشاہدہ نے ثابت کیا کہ شمس و قمر کے اس دوران میں ایک سال کی مدت کس طرح گزری

اور اس مدت میں کس طرح سردی، گرمی، بارش یا آخر پھر سردی آتی رہی بعد گویا یہی
بس اسی مشاہدہ اور اسی تجربے انسان کے لیے تقویم اور کیلنڈر کی ابتدا ہوتی ہے۔
اور یہی وہ ابتدائی نقطہ ہے جو اس حساب کو مرتب کرنے کا سبب بنا ہے۔

ابتداءً چونکہ انسان کا علم نہایت محدود اور سادہ تھا اس لیے اس کے ذہن میں سب سے پہلے اس حساب کو قبول کیا جیسے وہ دن رات اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتا تھا۔ چوبیس گھنٹے میں دن اور رات کا مکمل ہو جانا، انیس یا تیس دن پورے ہو کر چاند کا از سر نو نظر آکر ایک ماہ پورا ہو جانا اور ایک سال گزر کر پھر اسی صحیح وقت پر وہی موسم آکر نیا سال شروع ہونا۔ یہ ایسا نظم تھا جس کے لیے کسی بڑی اونچی تعلیم کی ضرورت نہیں تھی اور اس کے لیے کسی فلکیاتی حساب کی ضرورت پیش آرہی تھی اس لیے صدیوں تک اسی طرح حساب ہوتا رہا اور اندازہ کیا جاتا رہا۔

انسانی علم نے جب تک ترقی نہیں کی سنین و شہور کا اندازہ کسی نہ کسی واقعہ سے کیا جاتا رہا۔ چنانچہ ابتداءً ہبوط آدم سے صدیوں تک یہ اندازہ کیا جاتا رہا۔ زمانہ گزرتا گیا اور واقعات پر واقعات ہوتے رہے یہاں تک کہ طوفان نوح کا زمانہ آگیا۔ حیات انسانی کی گویا یہ دوسری زندگی تھی۔ گنے چنے افراد کے علاوہ سطح ارض پر اس وقت کوئی جاندار باقی نہیں رہا تھا اس لیے صدیوں یہ سانحہ ذہنوں میں برابر تازہ رہا اور مدتہائے دراز تک اسی سانحہ سے سنین و شہور اور گزری ہوئی مدت کا اندازہ کیا جاتا رہا۔ ان قدیم ادوار میں اگرچہ سال کا حساب نظام شمسی سے کیا جاتا تھا اور سال کے بارہ مہینے ہی شمار ہوتے تھے لیکن ان مہینوں کے نام کیا تھے تاریخ کے اوراق اس سلسلہ میں بالکل خاموش نظر آتے ہیں اور قدیم ادوار میں بارہ مہینوں کے ناموں کی صراحت بالکل نہیں ملتی۔

صدیاں گزر جانے کے بعد قبطی دور آیا اس دور میں سال کے بارہ مہینے کے ناموں کی

تفصیل ملتی ہے۔ قبطی سال بھی شمسی حساب سے ہوا کرتا تھا ہر مہینہ تیس دن کا شمار ہوتا تھا اور آخر کا مہینہ پینتیس ۳۵ دن کا شمار کرنا پڑتا تھا۔ تاکہ سال کے پورے دن بارہ مہینوں میں تقسیم ہو جائیں اور ہر تیسرے سال "سال کبیسہ" میں ۳۵ دن کے بجائے وہ مہینہ ۳۶ دن کا شمار کرنا پڑتا تھا۔

قبطی دور کے بعد اسکندر رومی کا سنہ رائج ہوا یہ بھی شمسی حساب سے چلتا تھا اور اس کے بارہ مہینوں کی تفصیل بھی محفوظ ہے۔

غرض قدیم ایام میں دنیا کے سارے واقعات وحالات چاہے وہ ماضی سے متعلق ہوں یا حال ومستقبل سے وابستہ ان کا اندازہ کبھی کسی سانحہ سے کبھی کسی مشہور واقعہ سے اور کبھی کسی بادشاہ کے زمانے سے کیا جاتا رہا ہے یا پھر کسی زلزلہ سے، کبھی کسی جنگ یا کبھی کسی بادشاہ کی تخت نشینی سے اس کا اندازہ کیا گیا ہے ——— لیکن اس طرح کی تحدید یا تعین بالکل سطحی انداز کا ہوا کرتا تھا جس کے ذریعہ بالکل غیر اصولی یا عامیانہ تقریبی اندازے تو ہو جایا کرتے تھے لیکن اس طرح کے اندازوں سے باقاعدہ کسی اصول کے تحت تاریخ و مدت کا یقین نہیں ہو پاتا ——— یہ باقاعدگی اسی وقت ممکن ہے جب کہ وقت اور تاریخ کو منضبط کرنے کے طریقے اپنائے جائیں۔ اور اوقات وتاریخ کا انضباط نجوم سماویہ اور اس کے حساب کو سامنے رکھ کر کیا جائے۔

چنانچہ ماہرین فلکیات کی جانب سے سیّارگان کا ذکر کرتے ہوئے مندرجہ ذیل سات تاروں کو ہمیشہ اہم قرار دیا گیا ہے جو سبع سیّارہ (Seven Planets) کہلاتے ہیں:-

(۱) زحل (Saturn ..)

(۲) مشتری (Jupiter)

(۳) مریخ (Mars)

(۴) شمس (Appollon Soleil)

(۵) زہرہ (Venus)

(۶) عطارد (Mercurey)

(۷) قمر (Lalune)

ان کواکب سبعہ میں سے سورج اور چاند ایسے سیارہ ہیں جن کے طلوع و غروب سے دن، ہفتہ، مہینہ اور سال کا حساب تیار ہوتا ہے۔

سورج (Sun) اور چاند (Moon) اپنی خصوصی رفتار کے مطابق گردش کرتے ہیں اور ایک خاص رفتار کے پابند ہیں ——— انھیں آسمانی بارہ حصوں سے جنھیں بارہ برج، کہا جاتا ہے گزرنا پڑتا ہے عربی میں یہ بارہ برج مندرجہ ذیل ہیں ——— جس جس برج میں آفتاب جن تاریخوں میں رہتا ہے ان کی تفصیل بھی ساتھ میں لکھی جارہی ہے:

(۱) حمل		۲۱ر مارچ سے ۱۹ر اپریل تک
(۲) ثور	(Tauream)	۲۰ر اپریل سے ۲۰ر مئی تک
(۳) جوزا	(Taurean)	۲۱ر مئی سے ۲۰ر جون تک
(۴) سرطان	(Cancer)	۲۱ر جون سے ۲۲ر جولائی تک
(۵) اسد	(Lien)	۲۳ر جولائی سے ۲۲ر اگست تک
(۶) سنبلہ	(Vierge)	۲۳ر اگست سے ۲۱ر ستمبر تک
(۷) میزان	(Balance)	۲۲ر ستمبر سے ۲۱ر اکتوبر تک
(۸) عقرب	(Scorpion)	۲۲ر اکتوبر سے ۲۰ر نومبر تک
(۹) قوس	(Sagittaire)	۲۱ر نومبر سے ۲۰ر دسمبر تک
(۱۰) جدی	(Capricorne)	۲۱ر دسمبر سے ۱۹ر جنوری تک

(۱۱) دلو (Verseau) ۲۰ جنوری سے ۱۸ فروری تک

(۱۲) حوت (Poissons) ۱۹ فروری سے ۲۰ مارچ تک

ہندی میں یہ بارہ برج راس کہلاتے ہیں اور ان کے نام یہ ہیں:
میکھ۔ برکھ۔ متھن۔ کرک۔ سنگھ۔ کنیا۔ تلا۔ برچھیک۔ دھن۔ مکر۔ کمبھ۔ مین۔

قدیم تقویمات اور مختلف طرح کے کیلنڈر اور ان کے اصول و ضوابط جن کا رواج ابتداء سے اب تک رہا ہے اور جو آج کل بھی رائج ہیں وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو شمسی حساب اور شمسی نظام کے مطابق ترتیب دیے گئے اور دوسرے وہ جن کا تعلق قمری حساب سے ہے۔

شمسی سال کسے کہتے ہیں۔ شمسی سال نام ہے منطقۃ البروج (Zodiac) میں کسی مفروضہ نقطے سے آفتاب کا جدا ہو کر اسی نقطہ پر اپنی ذاتی حرکت سے پہنچ جانا۔ یہ ایک دورہ شمسی حقیقی سال کا ہے۔ اس حقیقی سال کی مقدار ۳۶۵ دن، ۱۴ دقیقہ، ۳۱ ثانیہ ۵۹ ثالثہ ہے۔ آفتاب ایک برج میں جس قدر مدت رہتا ہے اس کا نام مہینہ ہے۔ ہر برج کے تیس درجے ہیں۔ ہر درجہ آفتاب ایک شبانہ روز میں طے کیا کرتا ہے۔ ارباب ہیئت کی اصطلاح کے مطابق شمسی سال ۳۶۵ دن کا ہوا کرتا ہے اور ہر چوتھے سال ۳۶۶ دن کا مانا جاتا ہے (اس کے بعد بھی کچھ کسور باقی رہتی ہیں جن کی وجہ سے ۱۲۸ سال میں ایک دن کم کرنا پڑتا ہے یعنی اس وقت چوتھے سال کے ایام بھی ۳۶۶ کے بجائے ۳۶۵ شمار کرنا پڑتے ہیں۔)

ایک سال کے ۳۶۵ دن چونکہ بارہ پر برابر تقسیم نہیں ہوتے اس لیے سات مہینے اکتیس، اکتیس دن کے رکھے گئے، چار مہینے تیس تیس دن کے رکھے گئے، باقی ایک ماہ کے لیے صرف اٹھائیس دن باقی رہے وہ ماہ فروری کو دے دیے گئے۔ اسی طرح باقی کسور کو پورا کرنے کے لیے ہر تین سال کے بعد چوتھے سال میں ایک دن فروری کا بڑھا دیا گیا۔ اس کے بعد بھی

پھر کسور کا فرق رہ جاتا ہے جس کا اثر ۱۲۰ سال میں یہ ہوا کرتا ہے کہ ایک دن کم کرنا پڑتا ہے قمری حقیقی سال ۳۵۴ دن ۲۲ دقیقہ ایک ثانیہ ۳ ثالثہ کا ہوا کرتا ہے۔ اصطلاحی قمری ۳۵۴ دن کا اور ہر تیس سال میں گیارہ سال ۳۵۵ دن کے ہوتے ہیں[1]

یونانی کیلنڈر، انگریزی سنہ، فصلی، اور ہندی سال کا ایک حساب نظام شمسی کے مطابق ہے۔ عربی ہجری سنہ و سال اور اسی طرح ہندی سال کا دوسرا حساب نظام قمری کے مطابق ہے۔ غرض اس وقت جو اہم تقویمات سامنے ہیں ذیل میں ہر ایک کا تقابلی و افادی جائزہ لیا جا رہا ہے۔

اہل یونان نئے سال کی ابتدا یوم نوروز سے کرتے تھے۔ نوروز اس وقت ہوتا ہے جب آفتاب فلک بروج پر گردش کرتا ہوا اپنی حرکات سرعت و بطوء اور استقامت و اقامت سے متصف رہتے ہوئے جملہ بروج و منازل کو طے کر کے نقطۂ برج حمل میں داخل ہوتا ہے۔ اس وقت دن رات بالکل برابر ہوتے ہیں۔ موسم بہار کی ابتداء ہوتی ہے۔ برج حمل میں سورج کا یہ داخلہ ماہ مارچ میں ہوا کرتا ہے۔ یہ تقویم یونانی فلاسفہ کی قائم کردہ ہے جسے قدیم تقویم بھی کہا جا سکتا ہے۔

انگریزی سال کی ابتدا یکم جنوری سے ہوتی ہے بالفاظ دیگر اس سال کا نیا دن یکم جنوری قرار پاتا ہے۔ انگریزی سال اپنے بارھویں مہینہ دسمبر پر ختم ہوتا ہے۔ ان بارہ ماہ میں سے اپریل، جون، ستمبر اور نومبر سی روزہ اور جنوری، مارچ، مئی، جولائی، اگست اکتوبر اور دسمبر اکتیس[2] دن کے ہوتے ہیں۔ ماہ فروری ۲۸ دن کا رہتا ہے۔ لیکن ہر چوتھے سال جو ۴ پر اور پوری صدی ۴۰۰ پر تقسیم ہو جائے کبیسہ (لوند) کے حساب سے ۲۹ دن کا ہوتا ہے۔

[1] میزان التواریخ۔ حافظ عبداللہ البصر — مطبوعہ نایاب برقی پریس سنہ ۱۳۵۶ھ ص ۴-۳ و تقویم تاریخی از مولانا عبدالقدوس ہاشمی — مقدمہ۔

[2] میزان التواریخ۔ و۔ تقویم تاریخی۔

یہ تقویم بہ حقیقت رومی تقویم ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام سے اس کی نسبت بعد میں کی جانے لگی۔ سنہ عیسوی کے سلسلہ میں مولوی عبد القدوس ہاشمی نے بحوالہ امریکن پیپلز انسائیکلوپیڈیا مادہ کیلنڈر، اپنی تقویم تاریخی میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ اس موقع پر بجنسہ نقل کیا جاتا ہے۔

آج جس شمسی کیلنڈر کو ہم عیسوی سنہ کہتے ہیں اور جو گریگوری کیلنڈر بھی کہلاتا ہے یہ حقیقتاً پرانا رومی کیلنڈر ہے جسے اگسٹس نے ترمیم کیا۔ پھر جولین نے ترمیم کیا اور جولین کیلنڈر کہلانے لگا اور اس کے بعد بھی کئی بار ترمیم کی گئی آخری بار اس میں سنہ ۱۵۸۲ء میں پاپائے گریگوری کے حکم سے ترمیم ہوئی۔ جولین کے چھ سو سال بعد ایک عیسائی راہب ڈینس ایگزیگوس نے اسے حضرت عیسیٰ کی طرف غلط حساب کر کے منسوب کر دیا۔ جب سے اسے مسیحی کیلنڈر کہنے لگے ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اس کا حقیقتہً کوئی تعلق نہیں ہے۔"

ہندی سال کا نیا دن ان کے قمری حساب میں چیت سدی ایکم کو اور شمسی حساب میں بیساکھ کی پہلی تاریخ کو ہوتا ہے۔ اہل ہند کے سال دو قسم کے مروج ہیں۔ ایک شمسی دوسرا قمری۔ ہندی شمسی سال کی تفصیلات یہ ہیں کہ آفتاب اپنی خاص رفتار اور حرکت کے ساتھ آسمانی بارہ حصوں یعنی بارہ راسوں کی مسافت کو طے کر کے بارہ مہینے بناتا ہے۔ وہ ان راسوں میں سے حمل، ثور، سرطان، اسد، سنبلہ میں ۳۱ دن۔ جوزا میں ۳۲ دن، میزان، عقرب، دلو اور حوت میں ۳۰ دن اور قوس و جدی میں ۲۹ دن چند ساعت رہتا ہے۔ ہر ایک راس یا برج میں رہنے کی مدت ہندی کا شمسی مہینہ کہلاتا ہے۔ برجوں میں قیام آفتاب کی مذکورہ تفصیل کو سامنے رکھ کر اس سال کے بارہ مہینے ۳۶۵ دن سوا پندرہ گھڑی کے بن جاتے ہیں۔ وہ اپنے اس سال کو میکھ سنکرات (۱۲ اپریل یا اس کے قریب) سے شروع کرتے ہیں۔

ہندیوں کا دوسرا حساب و سال چاند کی رفتار سے وابستہ ہے۔ اس حساب سے

شروع ہونے والا مہینہ کمال قمر کے بعد شروع ہونے والے انحطاط سے ابتدا پاکر آئندہ ماہ چاند کے کمال و تمامیت پر ختم ہوتا ہے اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہندی قمری سال کے مہینے پندرہ/سولہ تاریخ ہجری سے شروع ہو کر اگلے ماہ کو چودہ/پندرہ تک چلتے ہیں۔
ہندی قمری مہینے کے پہلے پندرہ دن بدی اور دوسرے پندرہ دن سدی کہلاتے ہیں۔ اس حساب مہینہ کے پہلے دن کو بدی پڑوا، پندرھویں دن کو اماوس، سولھویں دن کو سدی پڑوا اور مہینہ کے آخری دن کو پورنماشی کہا جاتا ہے۔ پورنماشی عموماً ۱۳ ماہ ہلالی عربی کے مطابق ہوتا ہے۔ ہندی قمری مہینہ کے ہر سال میں چھ مہینے تیس دن کے باقی چھ مہینے ۲۹ دن دو گھڑی ۴۰ پل ہوا کرتے ہیں۔ ہندی قمری سال کے بارہ مہینے ۳۵۴ دن ۲۲ گھڑی کے ہوتے ہیں۔ ہم ہندی شمسی اور ہندی قمری سالوں کے دنوں کی کمی بیشی پر نظر کرتے ہیں تو ہندی شمسی سال کو ہندی قمری سال سے ۱۰ روز ساڑھے ترپن گھڑی بڑا پاتے ہیں۔
جب حکمائے ہند نے دیکھا کہ شمسی اور قمری سالوں میں ہر سال کی دس روزہ کمی چند سال کے بعد زیادہ دنوں کا فاصلہ پیدا کر دے گی اور اس طرح شمسی و قمری مہینے جو ایک بار کسی ایک موسم میں آئے ہیں ہمیشہ اسی موسم میں نہ آ سکیں گے۔ اس خرابی کو دور کرنے کے لیے ہندی قمری کے ہر تیسرے سال میں بجائے بارہ مہینے کے تیرہ مہینے قرار دیے گئے اور بڑھائے ہوئے اس ایک ماہ کو لوند کا مہینہ کہا گیا۔ ایسا کرنے سے ہندی قمری سال ہندی شمسی سال کے برابر ہوتا چلا گیا۔

ہندی تقویم میں سمت کی ابتدا سنہ عیسوی سے ۵۶ سال قبل ہوئی ہے۔ جسے مہاراجہ بکرماجیت نے بروز نوروز ماگھ بدی پڑوا کو جلوس و دربار آراستہ کر کے سدی پڑوا سے شروع کرایا تھا۔

فصلی سال کا ہندی مہینوں کے مجموعہ سے بنا ہوا ایک ایسا شمسی سال ہے جسے [illegible] میں سنہ ۹۷۱ فصلی نام دے کر فصلی سال بنا لیا گیا تھا۔ اس کا آغاز فصلوں کو سامنے رکھ کر

میں یہ کیا گیا تھا کہ زمینی پیداوار کے خراج و لگان کی وصولی میں آسانی رہے۔
فصلی تقویم ہندوستان ہی میں پیدا ہونے والی ایک تقویم ہے جو مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر کے دور حکومت میں سنہ ۹۷۱ھ / ۱۵۶۳ء سے شروع ہوئی۔ یہ سنہ شہنشاہ اکبر کی جانب سے بمشورہ راجہ ٹوڈرمل جاری ہوا اور شمسی حساب کے اعتبار سے اسے سال ہجری قرار دیا گیا تاکہ فصلیں اپنے وقت پر آتی رہیں اسی وجہ سے اس کا نام فصلی الٰہی رکھا گیا۔ یہ سنہ بھی نوایجاد نہیں تھا بلکہ جس طرح حکیم ارسطاطالیس نے قبطی سنہ کی اصلاح کرکے سنہ اسکندر رومی جاری کیا تھا اسی طرح ساتویں صدی ہجری میں حکیم نصیر الدین طوسی نے اس قدیم سنہ فرس کی اصلاح کرکے اسے ترتیب دیا تھا۔ پھر یہ سنہ غیر مروج ہوتا گیا۔ اس لیے سنہ ۹۷۱ھ میں شہنشاہ اکبر نے اسے جاری کیا۔[۵]

عربی سال ماہ محرم سے شروع ہوکر ماہ ذی الحجہ پر ختم ہوتا ہے۔ اس سال کا ہر ایک مہینہ ۳۰ دن سے زیادہ کا نہیں ہوتا اور ۲۹ دن سے کم کا نہیں ہوا کرتا ہے۔ چاند نکلنے سے اس مہینہ کی ابتدا ہوتی ہے اور اگلے ماہ کے طلوع قمر کے پہلے دن تک چلتا ہے۔ چاند کے مہینہ کی پہلی تاریخ کو غرّہ اور آخری تاریخ کو سلخ کہتے ہیں۔ عربی سال کا نیا دن جسے ہلالی سال کا نوروز کہنا چاہیے یکم محرم کو ہوتا ہے۔

ان تمام تصریحات و تفصیلات کے بعد یہ نہ سمجھا جائے کہ کئی تقویمات کا ذکر چھوڑ دیا گیا ہے۔ ایسی تقویمات یا تو غیر مروج ہیں یا کسی خاص حلقے یا خاص علاقہ میں محدود ہونے کی وجہ سے انھیں نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

اب ہجری تقویم اور ہجری سنہ کے لیے کچھ تفصیلات اور سُن لیجیے:

ہجری تقویم، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت سے شروع ہوئی رسول کریم علیہ السلام کی یہ ہجرت اپنے آبائی و قدیمی وطن مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی

[۵] میزان التواریخ مذکور ص ۷ تا ۸۔

طرف اگرچہ ۲۷ر صفر بروز پنجشنبہ ہوئی اور آپ ۸ر ربیع الاول بروز دوشنبہ مدینہ پہنچے۔ لیکن چونکہ ہجرت کا ارادہ محرم ہی سے فرما لیا تھا اس لیے ہجری سال محرم سے شروع ہوا۔ خطوط و تحریرات پر کیا تاریخ لکھی جائے، کیا سنہ ڈالا جائے یہ سوال فاروق اعظم کے سامنے آیا تعلیمات رسول سے واقف اللہ کے بندوں نے غور کیا، سوچا، مشورے ہوئے بالآخر حضرت علی کی رائے کے بعد، موت و پیدائش سے نہیں، اشخاص کو سامنے رکھ کر نہیں اسلام کے ایک اہم اور بنیادی مطالبہ ہجرت کو سامنے رکھ کر ہجرت ہی کے وقت سے تاریخ و سنہ کا آغاز طے کر لیا گیا۔ اس اندراج سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ہجری سنہ کے مؤسس فاروق اعظم تھے۔ یہ صحیح ہے کہ حضرت فاروق نے بعد مشورہ اسی ہجرت کے وقت کو بنیادی حیثیت دی اور سختی کے ساتھ اس پر عمل کرتے رہنے کی ہدایات جاری فرمائی تھیں ورنہ اس کی ابتدا خود رسول کریم علیہ السلام کے حکم سے ہو چکی تھی (تاریخ ابن عساکر ج ۱۔ قاموس تاریخی ص ۸) غرض سنہ ہجری یا تقویم ہجری کی ابتدا یکم محرم سے مانی گئی۔ تب جولائی کی ۲۲ر تاریخ تھی اور عیسوی سنہ ۶۲۲ تھا۔ دن جمعہ کا لیکن گریگورین کیلنڈر سے ۲۲ر جولائی کے بجائے ۱۶ر جولائی معلوم ہوتا ہے۔ (تقویم تاریخی) یہ فیصلہ سنہ ۱۷ھ میں اس وقت ہوا ہے جب رسول علیہ السلام کو ہجرت کیے ۱۷ سال ہو رہے تھے ——— ہجرت کیونکہ مطالبۂ اسلام ہے اس کو سمجھنے کے لیے پہلے تقویمات سنہ کی ابتدا اور مابہ الابتدا پر نظر ڈال لیجیے۔ بادنیٰ تامل معلوم ہوگا کہ یہ تقویمات بڑی شخصیات، یا وقت یا موسمیت یا پھر موت و حیات کی نشاندہی کرتی ہیں۔ بخلاف ہجری تقویم کے کہ اس نے اشخاص و موسم اور موت و حیات کو ظاہر نہ کر کے تعلیم و مقصد اور مطالبہ کو واضح کیا ہے۔ مطالبہ اور تعلیم بنیادی ہے، اہم ہے اور عظیم ہے۔ اسی اہمیت و مقصدیت کو سمجھنے کے لیے لفظ ہجرت پر غور کرنا ہوگا۔ ہجرت ترک کرنے اور چھوڑ دینے کا نام ہے، وطن ترک کر کے کسی دوسری جگہ چلے جانے کو بھی ہجرت اسی لیے

(باقی ص ۵۳ پر)